گوشہ ءفقہاء

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ اور فقہاء مصر کا حال

حضرت مولانا سید محمد قطب الدین حسینی صابریؒ (انڈیا)

(قسط چہارم)

نوٹ: نئے پڑھنے والے سابقہ قسطوں کے بعد یہ قسط پڑھیں......

ایک واقعہ یہ پیش آیا کہ یوں تو ایک دوسرے سے حتی الوسع کنارے کنارے رہتے تھے ایک دن کسی جنازہ میں دونوں اکٹھے ہوگئے، غالبا تدفین میں کچھ دیر تھی۔ المزنی جن کی تقریری قوت اور استدلالی مہارت کا مصر میں زور تھا، قاضی بکار کو براہ راست ان کی زبان سے ان کی تقریروں کے سننے کا موقع نہ ملتا تھا، خیال آیا کہ آج ذرا سنوں تو سہی، کہ واقعی اس شخص کا کیا حال ہے، خود کو تو حجابا براہ راست سوال کی ہمت نہ ہوئی، پاس میں جو آدمی الثل نامی کھڑے تھے، ان سے قاضی صاحب نے دریافت کرنے کے لئے کہا کہ حدیثوں سے ''نبیذ،، کی حرمت اور حلت دونوں ثابت ہے پھر آپ لوگ (شوافع) حرمت ہی کو کیوں ترجیح دیتے ہیں۔

حرمت نبیذ کا مسئلہ

''نبیذ،، کا بدنام مسئلہ ایسا تھا کہ حنفیوں کے خلاف عوام کے جذبات کو بہ آسانی ابھارا جاسکتا تھا، لیکن بجائے کسی سخت ودرشت الفاظ کے المزنی نے نہایت آسانی کے ساتھ دو لفظوں میں اس کا ایسا جواب دیدیا کہ گفتگو ہیں ختم ہوگئی، قاضی بکار بھی چپ ہوگئے، جواب یہ تھا کہ اس کا تو کوئی قائل نہیں کہ اسلام سے پہلے عرب میں ''نبیذ،، حرام تھی، اور اسلام میں حلال ہوئی، بلکہ سب ہی یہ مانتے ہیں کہ اسلام سے پہلے عہد جاہلیت میں وہ حلال تھی، اور یہ بھی مسلم ہے کہ اسلام نے نبیذ کے متعلق جاہلیت کے حکم میں کچھ ترمیم ضرور کی اور وہ حرمت کے سوا اور کیا ہوسکتی ہے، اسی لئے حرمت کی حدیثوں کو ہم ترجیح دیتے ہیں۔

قاضی ابن خلکان جو شافعی المذہب اور شافعیت میں تعصب بھی رکھتے ہیں انہوں نے المزنی کے اس جواب کو ''حرمت،، ''نبیذ،، کے متعلق **من الادلة القاطعة** قرار دیا ہے۔ حالانکہ اگر نبیذ کے حرام ہونے کی قطعی دلیل یہی ہے تو اس کی قطعیت کا دعوی کرنا شاید نبیذ کے جواز کی دلیل بن جائے۔ آخر اتنی کمزور دلیل کو قطعی

قرار دینے کے یہی معنی ہو سکتے ہیں کہ فریق کے پاس یہ یا اس سے زیادہ محکم دلیل اور کوئی نہیں ہے۔افسوس کہ اس وقت میرے موضوع سے یہ بحث خارج ہے۔ورنہ اس کی قطعیت پر بہت اچھی بحث ہو سکتی ہے اور اس دلیل سے خدا جانے کتنی حلال چیزیں حرام ثابت ہو سکتی ہیں۔اسی لئے میرا خیال ہے کہ امام مزنی کا یہ جواب محض ایک ٹالنے اور بحث کو ختم کر دینے والا جواب تھا۔وہ قاضی بکار سے سن مکھ ہو کر احتراماً بحث نہیں کرنا چاہتے تھے،خصوصاً جب ان کے شریفانہ برتاؤ کا ان کو ایک دفعہ تجربہ ہو چکا تھا۔

بہر حال مجھے تو صرف مصر کی تاریخ کا ایک ورق پیش کرنا تھا،اور اب ہم اس زمانہ تک آ گئے ہیں،جہاں دیکھ رہے ہیں،کہ اس ملک میں ایک حنفی اور ایک شافعی عالم میں مقابلہ کا بازار گرم ہے کہ ٹھیک ان ہی دنوں میں ایک اور واقعہ پیش آتا ہے اور اسی واقعہ کو بیان کرنے کے لئے مجھے اتنی لمبی چوڑی تمہید کے بیان کرنے کی زحمت اٹھانی پڑی،کیا کہا جائے۔عامہ مورخین واقعات کو اتنی ناقص حالت میں بیان کرتے ہیں کہ اصل حقیقت کا اس سے پتہ نہیں چلتا،لیکن بحمد اللہ بکھرے ہوئے منتشر حوادث و واقعات کو جہاں تک مجھے ممکن ہو سکا ہے،ایک سلسلہ میں جوڑنے کی کوشش میں نے کی ہے اور اب آمدم برسر مطلب۔

قصہ یہ ہے کہ مصر میں شافعیت اور حنفیت کے درمیان یہی عالمانہ کشتی ہو رہی تھی کہ عین ان ہی دنوں میں یا اس سے چند سال پہلے صعید مصر کے گاؤں طحا سے ہمارے امام ابوجعفر طحاوی جو اس وقت نو عمر تھے،مصر طلب علم کے شوق میں تشریف لائے۔ان کی والدہ چونکہ امام ابوابراہیم مزنی کی بہن تھیں،اس لئے قدرتاً ان کی تعلیم کا موزوں ترین مقام خود اپنے ماموں کا گھر ہو سکتا تھا اور اپنے ماموں ہی کے پاس یہ تعلیم میں مصروف ہو گئے۔ابتدائی منازل طے کر چکنے کے بعد جب اوپر کی کتابوں کے پڑھنے کا وقت آیا تو غالباً بڑی کتابوں میں اس وقت کے لحاظ سے شافعی مکتب خیال کے تعلیمی حلقوں میں مسند الشافعی جو نسبتاً شافعیوں کی کتابوں میں اس وقت آسان ترین کتاب تھی،اپنے ماموں سے انھوں نے پڑھنی شروع کی،مسند شافعی میں بجائے مسائل اور مباحث کے صرف وہ حدیثیں جمع کر دی گئی ہیں،جنھیں امام شافعی اپنی سند سے روایت کرتے ہیں اور جو چھپ چکی ہے۔

جہاں تک میرا خیال ہے،ماموں کے پاس ان کی تعلیم اس کتاب پر ختم ہوگئی،کیونکہ آئندہ جب مسند درس حدیث پر خدا نے ان کو پہونچایا تو المزنی سے صرف مسند الشافعی ہی روایت کرتے تھے۔جیسا کہ صاحب طبقات نے لکھا ہے:

ان العصامن العصية خشت اول چون نهد معمار کج .... تاثریا می رود دیوار کج

تفقہ اولاً علی خالہ المزنی وروی عنہ مسند الشافعی ص ۱۰۳ جلد ۲ پہلے انہوں نے اپنے ماموں مزنی سے علم حاصل کیا اوران سے مسند شافعی کی روایت کی۔اور غالباً اسی زمانہ میں جب الطحاوی اپنے ماموں سے مسند الشافعی پڑھ رہے تھے،حنفیت بلکہ فقہی دنیا کا وہ واقعہ پیش آیا جس نے ،سچ تو یہ ہے،کم از کم حنفی فقہ کے استدلالی طریقہ کا رخ بدل دیا،عام مورخین تو صرف اسی قدر لکھتے ہیں،صاحب جواہر مضیئہ نے القدوری مشہور حنفی امام ابوالحسین القدوری کے حوالہ سے نقل کیا ہے:

کان ابوجعفر الطحاوی یقرء علی المزنی فقال لہ یوماً واللہ ''لا افلحت ،،فغضب وانتقل من عندہ (ص ۶۷ ج ۲)

ابوجعفر طحاوی امام مزنی کے پاس پڑھ رہے تھے تو امام مزنی نے ایک دن ان سے کہا اللہ کی قسم تو کامیاب نہیں ہوگا تو طحاوی غصہ میں آئے اوران کے پاس سے نکل گئے۔

ابن خلکان نے بغیر کسی حوالہ کے اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے بجائے ''لا افلحت،، کے ''واللہ لا جاء منک شی ،، کے الفاظ نقل کیا ہے۔قریب قریب دونوں کا مطلب ایک ہی ہے۔چونکہ پہلی روایت حنفی مکتبِ فکر کے ایک ذمہ دار امام القدوری کی ہے اس لئے اس کو میں نے مقدم کیا۔مگر قدوری کی روایت ہو،یا ابن خلکان کی دونوں کی عبارت اتنی مجمل ہے کہ اس سے یہ بھی نہیں معلوم ہوتا کہ یہ الفاظ طحاوی نے اپنے ماموں سے کسی خانگی مسئلہ میں سنا یا پڑھنے پڑھانے کے وقت کسی سوال یا نافہمی پر ان کو ڈانٹ پڑی۔لیکن اس کو قرینہ قرار دیا جائے کہ عموماً اس واقعہ کا ذکر طحاوی کی تعلیمی حالت کو بیان کرتے ہوئے مورخین کرتے ہیں،اس سے غالب گمان ادھر ہی جاتا ہے کہ اس قصہ کا تعلق درس وتدریس ہی کے شعبہ سے ہے۔

اب اگر یہ مان لیا جائے اوراس کے ماننے کی کافی وجہ ہے۔تو آگے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر یہ قصہ تھا کیا؟ کیا طحاوی نے کچھ پوچھا تھا اس پر المزنی بگڑ گئے،یا کسی بات کے سمجھنے میں الجھے ،دیر ہوگئی،استاد کو غصہ آ گیا......

خیر یہ تو ہوسکتا ہے،درس وتدریس کا جن کو تجربہ ہے وہ جانتے ہیں کہ استادوں سے عموماً ایسی صورتوں میں شاگردوں کو کچھ سننا ہی پڑتا ہے۔مگر المزنی کا غصہ بھی اتنا کہ کچھ برا بھلا کہتے،لیکن علم کی ایک طالب کو بد دعا دے دینی،اوروہ بھی المزنی جیسے محتاط،متقی آدمی کا ایسا کرنا اوراس سے بھی زیادہ حیرت انگیز یہ کہ علامہ طحاوی کا اس پر بگڑ جانا،اوراتنا برہم ہوجانا کہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنے ماموں کے حلقہ سے الگ ہوجانا،یقیناً غور کرنے کی اورسوچنے کی بات ہے۔آخر المزنی استاد تھے،اوراستاد بھی معمولی نہیں ایسی شخصیت جو ہزار بارہ سو

سال سے مسلمانوں کے ایک بڑے طبقہ کا امام شافعی کے بعد امام ہے، ماسوا اس کے آخر المزنی طحاوی کے حقیقی ماموں بھی تو تھے، باپ، ماموں، خالو جیسے بزرگوں کے غصہ کی بات پر لڑکوں کا بگڑ جانا اور اتنا بگڑ جانا کہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قطع تعلق کر لینا، اس زمانہ میں جب خوردی اور بزرگی کے قوانین مغربی تمدن کے زیر اثر چنداں اہم نہیں رہے ہیں۔ ممکن ہے کہ چنداں قابل لحاظ نہ ہو، لیکن ہم اسلامی تمدن و معاشرت کے جس عہد کا ذکر کر رہے ہیں، اس وقت یہ کوئی معمولی بات نہیں ہو سکتی اور اس سے آگے دلچسپ بات وہ ہے جس کا ذکر اس فقرہ کے بعد کیا جاتا ہے، یعنی سب ہی لکھتے ہیں کہ ماموں کے ان الفاظ سے:

فغضب ابوجعفر من ذالک وانتقل من عنده وتفقه علی مذهب ابی حنيفه (طبقات ص ۶۷ ج ۱)

ابوجعفر ناراض ہو گئے اور ان کے پاس سے منتقل ہو گئے اور امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ کے مذہب کی فقہ کو اختیار کیا۔

فرض کیجئے کہ طحاوی کو ماموں کی بات اتنی بری لگی کہ ان سے تعلق توڑ لینے پر وہ مضطر ہو گئے، لیکن اس کے لئے اپنے خاندانی مسلک کو ترک کرنے کی کیا ضرورت تھی، اگر اپنے ماموں سے پڑھنا نہیں چاہتے تھے، تو اسی شہر میں خود ان کے مذہب کے بڑے بڑے علماء مثلاً البویطی، حرملہ، ربیع موجود تھے۔ خصوصاً جیسا کہ میں پہلے بیان کر آیا ہوں امام شافعی کے مسند درس کے حقیقی خلیفہ تو البویطی ہی تھے، المزنی سے درس و تدریس کا اتنا تعلق بھی نہ تھا، اور فرض کیجئے کہ کسی وجہ سے انھوں نے شافعی مسلک کے ترک کر دینے ہی کا ارادہ کیا ہو، لیکن شافعیت کو ترک کر کے حنفیت ہی اختیار کرنے کی کیا ضرورت تھی، اور امام ابوحنیفہ کی فقہ کے سیکھنے پر ان کو کس چیز نے مجبور کیا تھا، آخر امام شافعی سے زیادہ قریب ترین تعلق رکھنے والے مالکی علماء بھی تو اسی شہر میں رہتے تھے۔ امام مالک تو امام شافعی کے ابوالاساتذہ تھے، جس شخص نے شافعیوں کی گود میں آنکھیں کھولیں، ان ہی میں ہوش سنبھالا اور ان ہی کے دائرہ میں عمر کا کافی حصہ گزارا، جیسا کہ انسانی نفسیات کا عام دستور ہے، قدرتی طور پر ان ہی لوگوں کا رنگ اس پر چڑھ جاتا ہے، خصوصاً جو رنگ بچپن میں چڑھا ہو، اچانک کسی معمولی وجہ سے متاثر ہو کر اس رنگ کا چھوڑنا یا چھوٹنا آسان نہیں ہے۔

دراصل یہی سوالات تھے، جو عام مورخین کو اس مجمل رپورٹ سے حل نہیں ہو رہے تھے۔ قطعی طور پر تو شاید کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ لیکن اسلام کے فروعی اختلافات کی تاریخ کے متعلق مصر کا جو ورق منتشر اور بکھری ہوئی سطروں کو جوڑ کر میں نے پیش کیا ہے، شاید اس کی رہنمائی میں ایک حد تک ہم اصل حقیقت تک پہونچ سکتے ہیں۔

ان اخاک من واساک ☆ دوست آن باشد کہ گیرد دست دوست در پریشان حالی و درماندگی

میرا مقصد یہ ہے کہ مختلف حالات سے گزرتے ہوئے، قاضی بکار کے عہد میں مصر فقہی مکاتب خیال کے اعتبار سے جس نقطہ پر پہونچا ہوا تھا، اس کے علم کے بعد طحاوی نے اپنے شافعی استاد اور ماموں کو چھوڑ کر حنفی مذہب اور حنفی فقہ کے حلقہ ھائے درس سے جو تعلق پیدا کیا، غالباً اب اس کا سمجھنا دشوار نہ ہو۔

ابن ابی اللیث حنفی معتزلی قاضی کے زمانہ میں امام شافعی کے تلامذہ کا المزنی کے دوست اور قدیم رفیق درس امام البویطی کا اس زمانہ میں پابہ زنجیر مصر سے بغداد جانا اور ان ہی بھاری بھاری بیڑیوں کے نیچے حالت اسیری وقید میں جاں بحق ہونا، خود المزنی کی جامع مسجد میں بھرے اجلاس کے اندر دوسرے علماء ومشائخ کے ساتھ ابن اللیث کے غلاموں سے اتنی ذلت اٹھانی تھپڑ مار کر ان علماء کے سر کی ٹوپیاں اڑائی جاتی ہیں اور شہر کے اوباش لڑکے ان سے گیند کھیلتے ہیں۔ بھلا ان واقعات وحوادث نے المزنی کے دل وجگر پر حنفیت کی جانب سے جو گہرے زخموں کے نشانات قائم کردیئے تھے، کیا وہ بھر سکتے تھے، مانا کہ قاضی بکار کے طرز عمل نے حنفیت کی جانب سے بہت کچھ صفائی کا مواد فراہم کردیا تھا، مگر انھوں نے بھی کیا کیا تھا، صرف یہی کہ ابن ابی اللیث کی کمینگیوں اور سفلہ پن کی جگہ ایک اعلی شریفانہ کردار کی حنفی مثال پیش کی تھی، لیکن مقابلہ اور رقابت کا سلسلہ تو پھر بھی باقی تھا، کوڑوں اور زنجیروں کا ذریعہ ختم ہوگیا تھا لیکن قلم کا حملہ تو جاری تھا بلکہ سچ تو یہ ہے کہ قلمی حملہ کی ابتداء تو قاضی بکار ہی نے کی۔ خواہ کتنے ہی جمیل اور محتاط رنگ میں ہو، ابن ابی اللیث کا قصہ تو ایک دن دودن میں ختم ہوجاتا تھا، آخر وہ روزانہ تو ان بزرگوں کی توہین وتحقیر نہیں کرتا تھا۔ لیکن قاضی بکار نے جب امام شافعی پر رد کرنے کے لئے اپنی ''کتاب جلیل،، لکھنی شروع کی ہوگی، ظاہر ہے کہ جو کچھ رات کو لکھتے ہوں گے قدرتی بات ہے کہ دوسرے دن اس کا ذکر اپنے تلامذہ اور حلقہ احباب واصحاب میں کرتے ہوں گے، اور یہ چیزیں مسلسل امام المزنی تک پہونچائی جاتی ہوں گی۔ آج فلاں مسئلہ میں امام شافعی کی یہ غلطی قاضی نے نکالی، فلاں مسئلہ میں ان کے علمی نقص کو ثابت کیا، یہ قصہ جہاں تک میرا قیاس ہے برسوں جاری رہا۔ کیونکہ گو ابن طولون نے قاضی بکار کو آخر میں قید کردیا تھا۔ لیکن پھر بھی المزنی کی زندگی میں قاضی بکار کو تقریباً گیارہ بارہ سال ایسے ملے ہیں، جن میں ان کو ہر قسم کی فارغ البالی حاصل تھی، مالی فراغ بالی کا تو پوچھنا ہی کیا تھا مصر کے قاضی تھے، اور ابن طولون ان کا حد سے زیادہ قدردان تھا، علاوہ ماہوار تنخواہ کے جو مصر کی طلائی اشرفی پونے دوسو ماہوار کے قریب تھی، ہر سال ابن طولون ایک ہزار اشرفیوں کا توڑا بطور معمول کے دیا کرتا تھا اور اس پر لطف یہ تھا کہ قاضی صاحب کو اس پر بھی فخر تھا کہ

انک لاتجتنی من الشوک العنب ☆ ہرگز از شاخ بید برنخوری خرما نتوان خورد از این خار کہ کشتیم

ماحللت سراویلی علی حلال (ملحقات الکندی ص ۵۱۰)

میں نے اپنا تہبند کسی حلال پر کھولا نہیں یعنی شادی نہیں کی۔

یعنی عمر بھر کنوارے (۱) رہے۔ بکاؔر سے پہلے ابن طولون کے پاس جاہ وجلال کا حال یہ تھا کہ ابن طولون جس کی سطوت وجبروت کی نظیر اسلامی امراء میں مشکل ہی سے مل سکتی ہے، لیکن اسی ابن طولون (جو نام کے لئے تو مصر کا عباسی خلیفہ کی طرف سے والی تھا، لیکن دراصل وہ ارض فرعون کا وارث اور مطلق العنان حاکم تھا) طحاوی اپنی چشم دید شہادت یہ دیتے ہیں کہ:

مادری کم کان یجیئی احمد بن طولون الی بکار وھو علی الحدیث فما یشعر بکار الاوھو جالس الی جنبہ (ملحقات الکندی ص ۵۰۸)

میں نہیں بتا سکتا کہ کس قدر کثرت سے احمد بن طولون 'بکار' کی خدمت میں جایا کرتے جب کہ وہ درس حدیث دے رہے ہوتے (اسقدر ادب سے حاضر ہوتے کہ) بکار کو پتہ ہی نہیں چلتا مگر یہ کہ وہ ان کے پہلو میں بیٹھے ہوئے ہوتے۔

ایک معمولی مقدمہ میں ابن طولون کا فرمان ہوا کہ فلاں گھر کو قاضی نیلام کرادیں، قانونی طریقہ سے اس میں خود ابن طولون کے بیان کی ضرورت تھی، قاضی بکار نے صاف کہلا بھیجا ''حتی یحلف من لہ الدین،، یعنی خود ابن طولون جب تک اجلاس میں آ کر قسم کھا کر نہ بیان کر جائے کہ ان کا بقایا ہے، راوی کا بیان ہے ''فحلف ابن طولون،، (ابن طولون نے قسم کھائی) تب قاضی نے کہا ''الآن فقد امرت بالبیع،، (اب میں مکان کی بیع کا حکم دیتا ہوں) ابن طولون قاضی بکار کی کتنی ناز برداریاں کرتا تھا، اگر اس کی تفصیل کی جائے تو بڑی طوالت ہوگی۔ یہ دکھانے کے لئے قاضی کا یہ زمانہ مالاً وجاہاً ہر اعتبار سے انتہائی فراغت واطمینان کا تھا، حد تو یہ تھی کہ چونکہ ابن طولون زیادہ تر مقدمات کے فیصلے خود ہی کرتا تھا اور مصر میں ایسا رعب داب قائم کر رکھا تھا کہ مقدمات کی تعداد بھی اتنی گھٹ گئی تھی کہ

حتی کان بکار ربما نعس فی محلہ واتکاء ثم انصرف الی منزلہ ولم یتقدم الیہ اثنان (ملحقات ص ۵۱۲)۔

یہاں تک کہ بکار بعض مرتبہ اپنی جگہ اونگھنے لگتے اور ٹیک لگاتے پھر اپنے گھر چلے جاتے حال یہ ہوتا کہ دو آدمی ان کے پاس (مقدمہ لے کر) نہیں آتے۔ گویا سرکاری کاموں سے ان کو فراغت تھی، ایسے موقع پر اگر ایسی

فطرت جو قاضی کی تھی ابن زولاق مورخ مصر کے الفاظ ہیں: کان بکار التساع فی العلم والمناظرہ (ص ۵۱۱ ایضا)

تو ظاہر ہے کہ بحث ومباحثہ کے سوا اوران کا زیادہ مشغلہ کیا ہوگا، مزنی کی المختصر تھی، اوراس پر ان کی تنقیدیں ...... جہاں تک میرا خیال ہے، جو کچھ قاضی لکھتے تھے یومیہ اس کی خبر المزنی کو پہونچائی جاتی تھیں، علمی مباحث کا اس شخص تک پہنچنا آخر کیا مستبعد ہے، جس کی کتاب پر تنقید لکھی جارہی تھی۔ جب لوگوں کا حال یہ تھا کہ معمولی معمولی مقدمات تک کے اظہار اور بیان کی رپورٹ مزنی کو پہونچا آتے تھے، کہتے ہیں کہ کسی نے شفعہ کا دعوی قاضی کے اجلاس میں دائر کیا، مدعی علیہ شافعی تھا اوردعوی شفعہ شرکت ملک کا نہیں بلکہ شرکت جوار (پڑوس) کا تھا، جس سے امام شافعی کے نزدیک شفعہ کا حق پیدا نہیں ہوتا، مدعی علیہ اپنے امام کے خیال کی بنیاد پر شفعہ کا انکار کرتا تھا، قاضی صاحب نے اس کو حلف لینے کے لئے کہا، اس نے قسم کھا کر کہا کہ مدعی کو شفعہ کا حق حاصل نہیں ہے۔ قاضی نے کہا کہ قسم میں اتنا اور اضافہ کرو کہ جو لوگ جوار کے شفعہ کے قائل ہیں، ان کے مسلک کی بنیاد پر بھی شفعہ کا اس کو حق نہیں ہے، اس اضافہ سے اس نے انکار کیا، قاضی صاحب نے مدعی کو ڈگری دیدی، حالانکہ بات کتنی معمولی اور ہلکی ہے، مگر صرف اس لئے کہ اس میں حنفیت اور شافعیت کے اختلاف کی ہلکی سی جھلک پائی جاتی تھی اس لئے

اخبر الرجل المزنی قضیتہ (ملحقات (اکندی ص ۵۱۳) اس شخص نے مزنی کو واقعہ کی تفصیلات بتلائی۔ کہتے ہیں کہ امام مزنی نے سن کر فرمایا: صادفت قاضیا فقیھا (ص ۵۱۳ ایضا) تو نے فقہ وبصیرت والے قاضی کو پالیا ہے۔

شافعیت وحنفیت کے قصہ کی جب اتنی عام معمولی بات بھی قاضی بکار کی المزنی تک پہنچائی جاتی تھی تو قاضی کی ''کتاب جلیل،، جو گو بظاہر امام شافعی کی تردید میں تھی لیکن جاننے والے جانتے ہیں کہ ان تردیدوں کی زیادہ زد، المزنی کی ان جانکاہیوں اور محنتوں پر پڑتی تھی، جوانہوں نے امام شافعی کے نقاط نظر کی تعبیر میں اٹھائی تھی، ذہبی نے اپنی مشہور تاریخ ''دول اسلام،، میں قاضی ابوزرعہ کا یہ فقرہ جو مزنی اوران کی مختصر کے متعلق نقل کیا ہے کہ کسی نے ابوزرعہ کے سامنے کہا کہ مزنی نے امام شافعی سے بہت زیادہ علم حاصل کیا، ابوزرعہ نے کہا :ما اکثر ما ظلم المزنی للشافعی (رفیع الاصر ص ۵۲۳)

مزنی پر امام شافعی کی نسبت سے کس قدر زیادتی کی گئی ہے۔ (جاری ہے)

☆ ان مع العسر یسرا............ باھر سختی آسانی است ☆

القسم العربي

مجلة الفقه الاسلامى

تصدر من

اكاديمية الفقة الاسلامي المعاصر

ص ب ١٧٧٧٧ گلشن اقبال

كراتشي باكستان

رئيس التحرير

الاستاذ الدكتور / نور احمد شاهتاز

☆

مساعد رئيس التحرير

الاستاذ غلام نصير الدين نصير   الدكتور محمد صحبت خان

فهرس الموضوعات

حكم القضاء ٨٧